قبولیتِ دُعا کے تقاضے

ارشادالرحمٰن

بندۂ مومن ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے عطا کی اُمید رکھتا ہے اور ہمیشہ اُس سے مانگتا ہے۔ خزانے اُس کے ہیں مگر ختم نہ ہونے والے خزانے ہیں: وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُہٗ وَمَا نُنَزِّلُہٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ (الحجر ۱۵:۲۱) ''کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں، اور جس چیز کو بھی ہم نازل کرتے ہیں ایک مقرر مقدار میں نازل کرتے ہیں''۔

حدیث قدسی کا مفہوم ہے: ''اے میرے بندو! اگر تمھارا اوّل و آخر شخص اور تمام جنّ و انس ایک جگہ کھڑے ہوکر (بیک وقت) مجھ سے مانگیں اور میں ہر ایک کو اس کی طلب کے مطابق عطا کردوں، تو یہ چیز میرے خزانے میں صرف اتنی سی کمی کرسکتی ہے جتنی سوئی سمندر میں ڈبو کر باہر نکالنے سے ہوتی ہے''۔(مسلم، ۲۵۷۷)

یہ حدیث اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کی طرف اشارہ ہے۔ بندۂ مومن کی نگاہ بڑے سے بڑے معاملے سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے امر میں بھی اللہ ہی کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا دیکھتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی تعلیم فرمائی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر شخص کو اپنی ہر حاجت اور ضرورت کا سوال اپنے رب سے کرنا چاہیے۔ یہاں تک کہ اگر اُس کے جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ ہی سے مانگے''۔(صحیح ابن حبان)

جب مسلمان کو یہ معلوم ہوجائے کہ ہر قسم کی نعمتوں کا خزانہ اللہ کے ہاتھ میں ہے تو پھر مومن کا فرض ہے کہ وہ قبولیت کے تصور بلکہ یقین کے ساتھ اللہ سے دعا کرے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، آپؐ نے فرمایا: اللہ سے دعا کرو تو تمھیں اس کی قبولیت کا یقین ہونا چاہیے۔

(مستدرک حاکم، ترمذی)

●**صرف اللہ ہی سے دُعا کرنا:** عبادت کو اللہ کے لیے خالص کرنا ہر عبادت کی اصل اور عمل کی اساس ہے:

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○ (المؤمن ۴۰:۱۴) (پس اے رجوع کرنے والو) اللہ ہی کو پکارو اپنے دین کو اُس کے لیے خالص کر کے، خواہ تمھارا یہ فعل کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔

قرآن مجید کا بیان ہے:

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ○ (بنی اسرائیل ۱۷:۶۷) جب سمندر میں تم پر مصیبت آتی ہے تو اُس ایک (اللہ) کے سوا دوسرے جن جن کو تم پکارتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں، مگر جب وہ تم کو بچا کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو تم اُس سے منہ موڑ جاتے ہو۔ انسان واقعی بڑا ناشکرا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا ہے: اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ (النمل ۲۷:۶۲) ”کون ہے جو بے قرار کی دُعا سنتا ہے، جب کہ وہ اُسے پکارے اور کون اس کی تکلیف رفع کرتا ہے؟“

آدابِ دعا میں یہ بات بھی ذہن نشین رکھنے کی ہے کہ دعا کا آغاز خالق ارض وسما کی حمد وثنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صلاۃ وسلام سے کیا جائے۔ حضرت فضالہ بن عُبیدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے ایک آدمی کو سنا کہ اُس نے نماز میں نہ اللہ کی حمد وثنا کی، نہ رسولِ کریمؐ پر صلاۃ وسلام کی دعا کی۔ اس پر رسولؐ اللہ نے فرمایا: اس شخص نے جلد بازی سے کام لیا ہے۔ پھر اُس آدمی کو بلایا اور اُس سے یا کسی اور سے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص نماز ادا کرے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے ابتدا کرے۔ پھر نبیؐ پر درود وسلام کی دعا کرے، پھر جو مانگنا چاہے مانگے“۔ (ترمذی)

●**دل کی حضوری اور نفس کی بیداری:** مومن کا یہ عقیدہ ہے کہ ثواب کے خزانے بھی اللہ کے پاس ہیں اور عذاب کا اختیار بھی اُسی کو حاصل ہے۔ قلبِ مومن ان دونوں احساسات کے

ساتھ اپنے رب کے حضور میں پہنچتا ہے۔ اجروثواب کی کشش اور عذاب وعتاب کا خوف ایسی چیزیں ہیں کہ یہ مومن کے لیے حضوری قلب کا سبب بنی رہتی ہیں۔ مومن کی دعا کی شان یہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور حکم بھی یہی ہے کہ دعا ومناجات اور ذکر وتسبیحات میں حضوری قلب اختیار کرو:

وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ○ (اعراف ۷:۲۰۵) اے نبیؐ! اپنے رب کو صبح وشام یاد کیا کرو دل ہی دل میں زاری اور خوف کے ساتھ اور زبان سے بھی ہلکی آواز کے ساتھ۔ تم اُن لوگوں میں سے نہ ہوجاؤ، جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے کہ اللہ سے دعا کرو تو قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے کرو، یادرکھو کہ اللہ تعالیٰ غافل ولاپرواہ دل کی دعا کبھی قبول نہیں فرماتا۔ (مستدرک حاکم، ترمذی)

● **عزم و پختہ یقین سے مانگنا:** دعا دراصل انسان کی عاجزی و بے بسی، ناتوانی و کمزوری اور تہی دامنی کا اظہار ہے۔ رب کی قدرتِ کاملہ اور اس کے وسیع خزانوں کا اقرار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عطاو بخشش کا اعتراف ہے۔ دنیا و آخرت کی ہر بھلائی مومن اس سے مانگتا اور دنیا کی ہر طاقت کو اللہ کے سامنے ہیچ سمجھتا ہے۔ مومن جس یقین کے ساتھ یہ عقیدہ رکھتا ہے اُسے اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا کرتے ہوئے بھی اسی عزم ویقین سے کام لینا چاہیے۔ رسولؐ اللہ نے اسی لیے دعا میں استثنا کے اظہار سے منع فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو وہ انکسار وتواضع کا پورا زور اُس میں صرف کرے اور یہ نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو عطا فرما دے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس دعا کو اُس کے لیے نامطلوب نہیں بنانا چاہتا"۔ (بخاری، مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو یہ نہ کہے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو معاف فرما دے، بلکہ اپنے سوال میں زور پیدا کرے اور اپنی طلب میں رغبت کو بڑھائے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز گراں بار نہیں جسے وہ عطا نہ فرما سکے"۔ (بخاری، مسلم)

● **دُعاے مستضعفین:** اہلِ طائف کے بدترین ردعمل کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بارگاہِ رب میں دستِ دُعا بلند فرمائے:

اَللّٰھُمَّ اِلَیْكَ اَشْكُوْ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّةَ حِیْلَتِیْ وَھَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ یَا اَرْحَمَ

الرَّاحِمِيْنَ، اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وَاَنْتَ رَبِّيْ، اِلٰى مَنْ تَكِلُنِيْ؟ اِلٰى بَعِيْدٍ يَتَجَهَّمُنِيْ اَمْ اِلٰى عَدُوٍّ مَلَّكْتَهُ اَمْرِيْ؟ اِنْ لَمْ يَكُنْ بِكَ عَلَيَّ غَضَبٌ فَلَا اُبَالِيْ، وَلٰكِنَّ عَافِيَتَكَ هِيَ اَوْسَعُ لِيْ، اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مِنْ اَنْ يَنْزِلَ بِيْ غَضَبُكَ اَوْ يَحِلَّ عَلَيَّ سَخَطُكَ، لَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ ، بارالٰہا! میں اپنی کمزوری و بےبسی اور لوگوں کے نزدیک اپنی بے قدری کا شکوہ تجھی سے کرتا ہوں، یاارحم الراحمین! تو کمزوروں کا رب ہے اور تو ہی میرا بھی رب ہے۔ تو مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے؟ کسی بیگانے کے جو تندی سے میرے ساتھ پیش آئے؟ یا کسی دشمن کے جس کو تو نے میرے معاملے کا مالک بنا دیا ہے؟ اگر مجھ پر تو ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی کی ذرا پروا نہیں، لیکن تیری عافیت میرے لیے زیادہ کشادہ ہے۔ میں تیرے چہرے کے اس نور کی پناہ چاہتا ہوں جس سے اندھیرے روشن ہو جاتے ہیں اور دنیا و آخرت کے معاملات کا سدھار اسی پر ہے، کہ مجھ پر تیرا غضب نازل ہو یا تیرا عتاب مجھ پر وارد ہو، تیری ہی رضا مطلوب ہے یہاں تک کہ تو خوش ہو جائے اور تیرے بغیر کوئی زور اور طاقت نہیں۔

● **دُعاے بدر**: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفیں درست کر کے واپس آتے ہی اپنے پاک پروردگار سے نصرت و مدد کا وعدہ پورا کرنے کی دُعا مانگنے لگے۔ آپؐ کی دُعا یہ تھی:

اَللّٰهُمَّ اَنْجِزْ لِيْ مَا وَعَدْتَنِيْ، اَللّٰهُمَّ اَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ ،اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا فرما دے۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیرا عہد اور تیرے وعدے کا سوال کر رہا ہوں۔

پھر جب گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی تو آپؐ نے یہ دُعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اِنْ تَهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةُ الْيَوْمَ لَا تُعْبَدُ، اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ اَبَدًا ،اے اللہ! اگر آج یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو تیری عبادت نہ کی جائے گی۔ اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت کبھی نہ کی جائے۔

آپؐ نے خوب تضرع کے ساتھ دُعا کی۔ یہاں تک کہ دونوں کندھوں سے چادر گر گئی۔

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چادر درست کی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! بس فرمایئے! آپؐ نے اپنے رب سے بڑے الحاح کے ساتھ دُعا فرمالی۔ ادھر اللہ نے فرشتوں کو وحی کی کہ:

اَنِّىْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ (الانفال۸:۱۲) میں تمھارے ساتھ ہوں، تم اہلِ ایمان کے قدم جماؤ، میں کافروں کے دل میں رُعب ڈال دوں گا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی بھیجی کہ:

اَنِّىْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ (الانفال۸:۹) ''میں ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تمھاری مدد کروں گا جو آگے پیچھے آئیں گے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جھپکی آئی۔ پھر آپؐ نے سر اُٹھایا اور فرمایا: ''ابوبکرؓ خوش ہوجاؤ، یہ جبریلؑ ہیں، گرد و غبار میں اَٹے ہوئے''۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے آپؐ نے فرمایا: ''ابوبکرؓ خوش ہوجاؤ، تمھارے پاس اللہ کی مدد آگئی۔ یہ جبریلؑ ہیں، اپنے گھوڑے کی لگام تھامے اور اس کے آگے آگے چلتے ہوئے آرہے ہیں اور گرد و غبار میں اَٹے ہوئے ہیں''۔

● **قبولیت کے لیے جلدبازی نامطلوب:** عموماً دعا کرنے والا اپنی تکلیف سے نجات یا نعمت کے حصول کے لیے دعا کا سہارا تو لیتا ہے مگر جلدبازی کرتا ہے۔ انسان کی یہ جلدبازی قبولیتِ دعا میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ اُس کی دعا قبولیت کو ابھی پہنچ نہیں پاتی کہ وہ ہمت ہار بیٹھتا ہے اور دُعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''جب تک بندہ کسی گناہ کے کام یا رشتہ داری توڑنے کے لیے دعا نہیں کرتا، یا جلدی کا طالب نہیں ہوتا اُس کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے۔ پوچھا گیا: یارسولؐ اللہ! جلدی سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اُس کا یہ کہنا کہ میں تو دعا کرکر کے تھک گیا ہوں، مجھے نہیں دکھائی دیتا کہ میری دعا قبول ہوگی۔ پھر اس مرحلے پر پہنچ کر وہ دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے''۔ (مسلم)

بندۂ مومن قبولیتِ دعا میں ایسی نامطلوب عجلت کا متمنی کیسے ہوسکتا ہے کیوں کہ اللہ کئی اسباب اور وجوہ کی بنا پر قبولیتِ دعا کو مؤخر کرسکتا ہے اور یہ تاخیر بھی مومن کے لیے باعثِ خیر ہوتی ہے۔ جب بندۂ مومن کی دعائیں قبول نہ ہورہی ہوں تو اُسے اپنا جائزہ لینا چاہیے۔ اللہ سے اپنے

تمام گناہوں کی معافی مانگنی چاہیے اور ساتھ ساتھ اپنی حاجت وضرورت کو بھی کمال ترین تواضع کے ساتھ مسلسل اپنے رب کے سامنے پیش کرتے رہنا چاہیے۔ وہ اپنی درخواست کی منظوری کا شدید حریص ہو اور بار بار اس عرض کو بارگاہ اللہ العالمین میں پیش کرے۔ دعا کی قبولیت اور عدم قبولیت دونوں صورتوں میں دعا کا یہ مسلسل عمل اس کے لیے سراسر خیر واجر کا سبب بنے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو مسلمان بھی اللہ سے کوئی دعا کرے اور اس میں گناہ کا عمل نہ ہو اور قطع رحمی کا سوال نہ ہو تو اللہ تعالیٰ دُعا کرنے والے کو تین میں سے ایک چیز عطا کر دیتا ہے۔ یا تو اُس کی دعا فوراً قبول ہو جائے گی، یا اس دعا کو آخرت میں اُس کے لیے ذخیرہ کر دیا جائے گا، یا اس دعا میں مانگی گئی چیز کے برابر کسی بڑی مصیبت کو ٹال دیا جائے گا''۔ (مسند احمد)

یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ کسی دعا کی قبولیت کا عمل طویل عرصے کے لیے بھی مؤخر ہو سکتا ہے۔ حضرت ایوبؑ کی بیماری سے شفا اور حضرت یوسفؑ کی واپسی کے لیے حضرت یعقوبؑ کی دعائیں اِس کی واضح مثال ہیں۔ حالاں کہ یہ دونوں ہستیاں زمرۂ انبیاؑ میں شامل ہیں۔ لہٰذا ناگزیر ہے کہ بندۂ مومن اپنے رب کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہو اور دعا کا عمل کبھی ترک نہ کرے۔ دعا بذاتِ خود اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے جو ہر صورت اور شکل میں بندے کے لیے خیر وفلاح کی ضامن ہے۔

● **سرگوشی و شائستگی کا انداز:** دعا ایک عرض، درخواست اور التجا ہے۔ جس طرح دنیاوی اُمور میں اس کے آداب میں نرمی، شائستگی اور ادب کا ملحوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے، اس سے ہزار گنا زیادہ رب کے سامنے پیش ہونے والی درخواست، یعنی دعا میں اس کو ملحوظ رکھنا ناگزیر ہے۔ ان اُمور میں سے ایک بات آواز کو ہلکا اور مدھم رکھنا ہے۔ خود قرآنِ مجید کے اندر اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ (اعراف ۷:۵۵) ''اپنے رب کو پکارو گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے، یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔

حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ لوگوں نے ایک موقعے پر بلند آواز سے تکبیر پڑھنا شروع کر دی۔ اس پر نبی کریمؐ نے فرمایا: لوگو! اپنے اُوپر ترس کھاؤ، تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے، بلکہ سمیع اور قریب کو پکار رہے ہو

اور وہ تمھارے ساتھ ہے۔(بخاری، مسلم)

بعض لوگ جذبات میں دعائیہ کلمات کو ایسے لب و لہجے میں ادا کرتے ہیں گویا اللہ سے دعا نہیں کی جارہی، بلکہ اُسے حکم دیا جارہا ہے۔ ظلم کی شدت اور انتہا کا اثر یہ نہیں ہونا چاہیے کہ انسان دعا کے اندر شائستگی اور نرمی ہی کو بھول جائے۔ ایسی دعا تو زیادہ سے زیادہ رازدارانہ انداز میں ہونی چاہیے۔

● **وقتِ سحر و نیم شبی:** رات کا پچھلا پہر، نیم شب، وقتِ سحر، رب سے اپنا مافی الضمیر بیان کرنے اور اُس سے مانگنے کا بہترین اور خاص موقع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارا رب روزانہ رات کو آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ جب رات کی آخری تہائی باقی رہ جاتی ہے تو فرماتا ہے: کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اُس کی دعا کو قبول کروں؟ کوئی ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اُسے عطا کروں؟ کوئی ہے جو مجھ سے گناہوں کی مغفرت طلب کرے اور میں اُسے معاف کردوں؟'' (بخاری، مسلم)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولؐ اللہ کو فرماتے سنا کہ: ''رات کی ایک ساعت ایسی ہے جس میں کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کے کسی امر میں خیر مانگے تو اللہ اُسے وہ عطا کردیتا ہے اور یہ روزانہ کا عمل ہے''۔(مسلم)

نماز ایک ایسا عمل ہے جو اوّل و آخر ذکر و تسبیحات اور دعا و مناجات پر مشتمل ہے۔ نماز کے کسی بھی حصّے میں دعا کی جائے تو اس کی قبولیت کے امکانات اِسی قدر روشن ہوتے ہیں جس قدر دعا میں اخلاص وللّٰہیت اور عاجزی وانکساری ہو۔ نماز کی اس اہمیت کے باوجود ایک خاص کیفیت ایسی ہے جو نماز ہی کا حصّہ ہے مگر یہ اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حالتِ سجدہ میں بندہ اپنے رب سے قریب ترین ہوتا ہے''۔(مسلم)

● **حرام رزق کے منفی اثرات:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگو! یقیناً اللہ تعالیٰ طیب ہے اور طیب (پاک) چیزوں کو ہی قبول کرتا ہے، اور اللہ نے مومنین کو بھی وہی حکم دیا ہے جو مُرسلین کو دیا ہے''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ (المومنون ۲۳:۵۱) اے پیغمبروؑ! پاک اور طیب چیزیں کھاؤ اور صالح عمل کرو۔

اور (دوسری جگہ) فرمایا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ (البقرہ ۲:۱۷۲) اے اہلِ ایمان! ہم نے تمھیں جو پاکیزہ رزق دیا ہے اس سے کھاؤ۔

پھر آپؐ نے اُس شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر کرتا ہے جس سے اس کے بال اُلجھے ہوئے اور جسم غبار آلود ہو جاتا ہے۔ وہ اسی حالت میں آسمان کی طرف متوجہ ہو کر دستِ دعا دراز کرتا ہے۔ کہتا ہے: اے رب! اے رب! جب کہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا لباس حرام، اور اس کی پرورش بھی حرام غذا سے ہوئی ہوتی ہے، تو پھر کیسے اس کی دعا قبول ہوگی؟ (مسلم، ۱۰۱۵)

● **دُعا مومن کا ہتھیار**: امام ابن قیمؒ کے مطابق مصائب و مشکلات میں دعا کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

۱- اگر دعا مصیبت سے قوی تر ہو تو مصیبت سے نجات کا ذریعہ بن جائے گی۔

۲- اگر مصیبت سے دعا کمزور ہے تو مصیبت اُس کے اُوپر غلبہ پا لے گی اور بندہ اُس سے دوچار ہو جائے گا۔ لیکن اس دعا کا اتنا فائدہ ضرور ہوگا کہ مصیبت کی شدت کم ہو جائے گی۔

۳- اگر مذکورہ دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی نہ ہو تو دونوں باہم کش مکش اور تصادم کے دوران ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ (الجواب الکافی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی چاہتا ہو کہ کرب و بلا اور مصائب میں اُس کی دعا قبول ہو، تو وہ خوش حالی اور سلامتی کے زمانے میں کثرت سے دعا کرے۔ (ترمذی)

جب تمام سہارے ختم ہو جائیں، تمام اسباب بے کار ہو جائیں تو مومن کے پاس دعا کی صورت میں پھر بھی ایک مضبوط سہارا باقی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ط اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ لا فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ○ (البقرہ ۲:۱۸۶) اور اے نبیؐ! میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انھیں بتادو کہ میں اُن سے قریب ہی ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے، میں اُس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں۔ لہٰذا، اُنھیں چاہیے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں، شاید کہ وہ راہِ راست پالیں۔